قرآن کریم نے انسانی حقوق کو بیان کیا اور ان کی حفاظت فرمائی

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲؍ جنوری ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

میرا آج کا خطبہ ۲۹؍ دسمبر کے خطبہ کے تسلسل میں ہے۔ ہمیں یہ سمجھایا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہر دو جہان میں سب سے بلند و بالا ہے۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ (موضوعات کبیر حرف اللام) اور جو شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر نازل ہوئی وہ ایک کامل اور مکمل شریعت ہے اور اس شریعت میں انسانوں کے حقوق کو واضح طور پر بیان بھی کیا گیا اور ان کی حفاظت بھی کی گئی ہے کیونکہ انسانی زندگی کا مقصد خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستہ پر چل کے حاصل ہوتا ہے اور ہمارے ہاتھ میں جو قرآنِ عظیم دیا گیا اس کے سارے احکام جو ہیں وہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہی ہیں۔

قرآن کریم نے بنیادی طور پر انسان کا جو مقام انسان کو سمجھایا وہ یہ ہے کہ کامل مذہبی آزادی اور مکمل آزادئ ضمیر عطا کی گئی ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے۔ اور اس ضمن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سعادت بھی دی گئی اور آپ کے مقام کو بھی نمایاں کر کے بنی نوع انسان کے لئے مثال رکھا گیا۔

اس وقت میں بہت سی آیات آپ دوستوں کے سامنے رکھوں گا جن سے واضح ہو کر آپ کے سامنے آ جائے گا۔ یعنی یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اس لئے تھی کہ انسان کی

مذہبی آزادی کی حفاظت کی جائے اور آزادیٔ ضمیر کی ضمانت دی جائے تا کہ انسان آزادانہ طور پر خدا تعالیٰ کے احکام بجالا کر اپنی مرضی سے، اپنی خواہش کے مطابق خدا تعالیٰ کے عشق اور محبت سے مجبور ہو کر خدا کی راہ میں ایثار اور قربانی پیش کرے اور خدا تعالیٰ کے سامنے اپنی گردن کو اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (البقرة:۱۳۲) کہتا ہوا اس طرح رکھ دے جس طرح مجبور ہو کر ایک بکرا قصائی کے سامنے اپنی گردن رکھ دیتا اور کٹوا دیتا ہے لیکن وہاں مجبوری ہے اور یہاں کامل آزادی۔ سورۂ انعام میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:- وَکَذَّبَ بِہٖ قَوۡمُکَ وَہُوَ الۡحَقُّ ؕ قُلۡ لَّسۡتُ عَلَیۡکُمۡ بِوَکِیۡلٍ (الانعام:۶۷)

اور تیری قوم نے اس پیغام کو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان تک پہنچا تھا جھوٹا قرار دیا حالانکہ وہ سچا ہے۔ مگر تو ان سے کہہ دے کہ ماننا نہ ماننا تمہارا کام ہے میں تمہارا (وکیل) ذمہ دار نہیں۔

وَکِیۡلٌ کے معنی ذمہ دار کے، نگران کے، محافظ کے، حفیظ کے، جبراً معاصی سے روکنے والے کے ہیں اور تفسیر کی کتب کے کچھ حوالے بھی میں نے اس بات کو واضح کرنے کے لئے اکٹھے کئے اور اس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ آجاتی ہے کہ پہلے بزرگوں نے بھی اس حقیقت پیدائش انسان کو واضح طور پر سمجھا اور اسے بیان کیا تھا۔ ایک تفسیر کی کتاب ہے ’’روح البیان‘‘۔ اس میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے

لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ: بِحَفِيْظٍ، وُكِّلَ اِلَيَّ اَمْرُكُمْ لَا مَنَعَكَ مِنَ التَّكْذِيْبِ وَ اُجْبِرَكُمْ عَلَى التَّصْدِيْقِ اِنَّمَا اَنَا مُنْذِرٌ وَ قَدْ خَرَجْتُ مِنَ الْعُهْدَةِ حيثُ اَخْبَرْتُكُمْ بِمَا سَتَرَوْنَهٗ۔ (تفسیر رُوح البیان زیر آیت سورۃ الانعام آیت ۶۷)

کہ وَکِیۡلٌ کے معنے ہیں حفیظ کے اور یہاں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ میں تمہارا محافظ نہیں اس معنے میں کہ میرے سپرد تمہارا یہ کام کیا گیا کہ میں تمہیں روکوں تکذیب سے۔ اس آیت کے شروع میں ’’وَکَذَّبَ بِہٖ قَوۡمُکَ‘‘ کا ذکر تھا۔ پس فرمایا کہ میں تمہارا محافظ نہیں اس معنی میں کہ اس تکذیب سے تمہیں روکوں اور مجبور کروں تمہیں (تمہاری کراہت کے باوجود) کہ تم اس کی تصدیق کا اور اس پر ایمان لانے کا اعلان کرو۔ اِنَّمَا اَنَا مُنۡذِرٌ میں محض

ہوشیار کرنے والا، تنبیہہ کرنے والا، انذار کرنے والا ہوں۔ وَ قَدْ خَرَجْتُ مِنَ الْعُهْدَةِ حَيْثُ اَخْبَرْتُكُمْ بِمَا سَتَرَوْنَهٗ اور جو میری ذمہ داری ہے، جس کام کے لئے میں کھڑا کیا گیا ہوں، جس کا میں مکلّف ہوں، اس سے میں بری ہو جاتا ہوں جب میں نے تمہیں کھول کر بتا دیا (اَخْبَرْتُكُمْ) کہ اگر تم تکذیب کرو گے اس صداقت کی تو خدا تعالیٰ کا غضب تم پر بھڑکے گا اور جو میں انذاری باتیں بیان کر رہا ہوں سَتَرَوْنَهٗ تم خود دیکھ لو گے کہ جو میں کہتا ہوں وہ درست ہے کہ تکذیب کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ تم سے مؤاخذہ کرے گا۔

امام رازیؒ اس کے متعلق لکھتے ہیں۔

”لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ اَیْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِحَافِظٍ حتّٰی اُجَازِيَكُمْ عَلٰى تَكْذِيْبِكُمْ وَ اِعْرَاضِكُمْ عَنْ قَبُوْلِ الدَّلَائِلِ“

میں تم پر وکیل نہیں اس معنی میں کہ میں تمہارا محافظ بنایا گیا تا کہ میں تمہیں سزا دوں اور مؤاخذہ کروں تمہارے تکذیب کرنے پر اور جو دلائل تمہارے سامنے کھول کر بیان کئے گئے ہیں (جس کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے) ان سے اعراض کرنے پر۔ تو عقوبت اور سزا دینا، یہ میرا کام نہیں ہے۔ اِنَّمَا اَنَا مُنْذِرٌ میں صرف ہوشیار کرنے والا ہوں۔ وَاللّٰهُ هُوَ الْمَجَازِی لَكُمْ بِاَعْمَالِكُمْ اور مجازات اور مؤاخذہ جو ہے یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے، یہ میرا کام نہیں ہے۔

(تفسیر کبیر امام رازی جلد۴ صفحہ ۶۵ زیر آیت سورۃ الانعام آیت ۶۷)

تفسیر روح المعانی (جلد۳ جز ۷ صفحہ ۱۸۲) میں ”وَكِيْلٌ“ کے معنے یہ کئے گئے ہیں کہ (لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ) اَیْ بِمُوَكَّلٍ کہ میں موکّل بنا کر نہیں بھیجا گیا تمہاری طرف۔ کہ تمہارے کام تمہاری طرف سے میں کروں یہ اس کے لغوی معنے ہیں یعنی کہ جو تم نے کام کرنا تھا وہ تم نہ کرو اور میں کروں۔ تم نے کام کرنا تھا دلائل سن کے سوچ کے سمجھ کے ان کو قبول کرکے۔ ان کی برکات سے حصہ لینا، یہ تمہارا کام تھا۔ میرے سپرد یہ نہیں کیا گیا کہ یہ کام مَیں زبردستی تم سے کراؤں۔ یہ تمہارا کام ہے، یہ تم نے ہی کرنا ہے اور نہ میرے سپرد یہ کیا گیا ہے (وکیل کے وہ کہتے ہیں کہ یہ معنی ہیں) کہ اَحْفِظُ اَعْمَالَكُمْ لِاُجَازِيَكُمْ بِهَا کہ میں تمہارے اعمال کی نگرانی کرتا رہوں کہ کیسے تمہارے گندے اعمال ہیں اور اس لئے دیکھوں

(لَاُجَازِیَکُمْ) کہ تمہیں سزا دوں اُن کی اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں۔ وَلَمْ اٰلُ جُهْدًا فِی الْاِنْذَارِ اور انذار میں میں نے کوئی کمی نہیں چھوڑی وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ هُوَ الْمُجَازِی اور اللہ سُبْحَانَہٗ ہی جزا دینے والا ہے۔ میرا کام نہیں ہے گرفت کرنا۔ میرا کام صرف پہنچا دینا ہے، انذار کرنا ہے۔ روح المعانی میں ہے کہ زجاج نے اس کے معنی یہ کئے ہیں کہ لَمْ اُوْمَرْ بِحَرْبِکُمْ یعنی یہ جو کہا ہے لَسْتُ عَلَیْکُمْ بِوَکِیْلٍ اس کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ اگر یہ تکذیب کریں تو تصدیق کروانے اور مومن بنانے کے لئے ان سے جنگ کرو اور تلوار کے زور سے اپنی بات منواؤ۔ لَمْ اُؤْمَرْ بِحَرْبِکُمْ وَ مَنْعِکُمْ عَنِ التَّکْذِیْبِ کہ ان سے جنگ کرو، اور اس بات سے اُنہیں روکو کہ خدا تعالیٰ نے ایک صداقت بھیجی ہے تم اس سے رک جاؤ اور تکذیب نہ کرو۔

ابن جریر نے یہ معنے کئے ہیں یقول اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ لَّهُمْ یَا مُحَمَّدُ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہو لَسْتُ عَلَیْکُمْ بِحَفِیْظٍ وَلَا رَقِیْبٍ میں تمہارا محافظ اور رقیب نہیں ہوں۔ وَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلٌ اُبَلِّغُکُمْ مَا اُرْسِلْتُ بِهٖ اِلَیْکُمْ میں تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک پیغامبر، ایک رسول ہوں اور میرے ذمہ یہ کام لگایا گیا ہے کہ جو صداقتیں خدا تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لئے مجھ پر نازل کی ہیں وہ تم تک پہنچا دوں۔

ایک اور تفسیر ''المنار'' ہے۔ یہ محمد عبدہٗ کی تفسیر ہے۔ چھپی ہے ۱۹۲۸ء میں۔ وہ درس دیا کرتے تھے اور محمد رشید رضا نے ان کو اکٹھا کر کے تفسیری شکل میں شائع کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اَیْ قُلْ لَّهُمْ اَیُّهَا الرَّسُوْلُ اے خدا کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ان کو کہہ دے اَنَّنِیْ لَسْتُ بِوَکِیْلٍ مُسَیْطِرٍ عَلَیْکُمْ میں تمہارے اوپر نگران اور تم پر حاکم جبر کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ صرف تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ وہ کہتے ہیں فَالْوَکِیْلُ هُوَ الَّذِیْ تَوَکَّلَ اِلَیْهِ الْاُمُوْرُ وکیل وہ ہوتا ہے کہ ایک شخص کے سپرد دوسرے کے کام کر دیئے جاتے ہیں۔ وَفِی الْوَکَالَةِ معنی السَّیْطِرَةِ وَالتَّصَرُّفُ اور وکالت کے معنے میں جبر اور تصرف کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے فَمَنْ جَعَلَهُ السُّلْطَانُ اَوِ الْمَلِکُ وَکِیْلًا لَّهٗ عَلٰی بِلَادِهٖ اَوْ مَزَارِعِهٖ پس اگر کوئی بادشاہ کسی شخص کو اپنا نمائندہ بنا دے، گورنر بنا دے اپنے

کسی صوبے پر، یا اپنی زمینوں کے کام اس کے سپرد کرے تو بادشاہ کی طرف سے یَکُوْنَ مَأْذُوْنًا بِالتَّصَرُّفِ عَنْہُ فِیْھَا تو بادشاہ کی طرف سے اس کو اجازت ہوگی کہ جو شاہی اقتدار لوگوں پر جبر کرتا ہے ان غلطیوں کے اور کوتاہیوں کے نتیجہ میں، بادشاہ کا وکیل بھی ویسا کرے بادشاہ کی طرف سے اس کی نمائندگی میں۔ (وَالسَّیْطَرَۃُ عَلٰی اَھْلِھَا) لیکن وَالرَّسُوْلُ مُبَلِّغٌ عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی رسول خدا کا وکیل نہیں کہ خدا کی طرف سے لوگوں کو سزا دے۔ سزا دینا یا جزا دینا اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے۔ رسول مُبَلِّغٌ عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مبلغ بنا کے بھیجا گیا ہے جسے حکم ہے کہ لوگوں کو وہ باتیں پہنچا دو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو پہنچانے کے لئے نازل ہوئی ہیں۔ وہ یَذْکُرُ النَّاسَ لوگوں کو وعظ کرتا ہے وَیُعَلِّمُھُمْ ان کے علم میں وہ باتیں لاتا ہے، وَ یُبَشِّرُھُمْ ان کو بشارتیں دیتا ہے کہ اگر تم اس ہدایت پر عمل کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے انعام پاؤ گے، وَیُنْذِرُھُمْ اور ان کو انذار کرتا ہے کہ اگر تم ان باتوں سے اعراض کرو گے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا اور اس کی گرفت کے اندر تم آ ؤ گے۔ وَیُقِیْمُ دِیْنَ اللّٰہِ اور اللہ تعالیٰ کے دین کو ان میں اس وعظ و نصیحت اور اس تعلیم اور اس تبشیر اور اس انذار کے نتیجہ میں وہ قائم کرتا ہے۔ ھٰذِہٖ وَظِیْفَتُہٗ یہ ہے اس کا کام۔ وَ لَیْسَ وَکِیْلًا عَنْ رَبِّہٖ وَ مُرْسِلِہٖ وہ رسول بنا کے بھیجنے والے اللہ کی طرف سے اس کا نمائندہ نہیں اس معنی میں کہ خدا کی طرف سے وہ جزا اور سزا دینے کا مالک بن جائے، رسول کا یہ کام نہیں ہے۔ وَ لَا یُعْطَی الْقُدْرَۃَ (انہوں نے بڑی عجیب عقلی دلیل یہاں دی ہے) اگر رسول خدا کی طرف سے جزا و سزا دینے کے لئے نمائندہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جزا سزا دینے کی قدرت بھی اسے عطا ہوتی لیکن ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ ساری مکی زندگی میں آپ نے ایک مظلوم کی سی زندگی گزاری۔ وَ لَا یُعْطَی الْقُدْرَۃَ عَلَی التَّصَرُّفِ فِیْ عِبَادِہٖ حَتّٰی یَجْبُرَھُمْ عَلَی الْاِیْمَانِ اِجْبَارًا وَ یُکْرِھَھُمْ عَلَیْہِ اِکْرَاھًا (تفسیر المنار جلد ۷ صفحہ ۵۰۱) اور رسول کو اس کے مرسل رب کی طرف سے یہ قدرت عطا نہیں کی گئی کہ وہ خدا کے بندوں میں خدائی رنگ میں حکومت کرے اور ان پر ایمان لانے پر یَجْبُرَھُمْ عَلَی الْاِیْمَانِ۔ ایمان پر جبر کرتے، یعنی ایمان لانے پر، ایمان پر قائم رہنے پر، ایمان کے مطابق عمل کرنے پر۔ تین شکلیں بنتی ہیں

ایمان کے لفظ میں۔ تو اس پر سختی سے جبر کرنے کی نہ اجازت ہے نہ طاقت دی گئی ہے یا وَيُكْرِهُهُمْ عَلَيْهِ اِكْرَاهًا وہ کراہت محسوس کرتے ہیں ان کے دل نہیں مانتے مگر رسول ان کو کہے نہیں! تمہیں یہ کرنا پڑے گا۔ یہ اس کو نہیں کہا گیا۔ پھر آگے انہوں نے اس تفسیر میں قرآن کریم کی بہت سی آیات اپنے بیان کی تائید میں لکھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں دیکھو خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ اور ان مفسرین نے اس کے معنی یہ کئے ہیں کہ (۱) اس میں ایک اصول بیان ہوا ہے اور (۲) حکم ہے۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرۃ: ۲۵۷) میں ایک اصول بھی بیان ہوا ہے کہ دین کے معاملہ میں جبر نہیں ہوگا اور ایک حکم بھی ہے یہ۔ اور اس کے پہلے مخاطب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور یہاں یہی معنے انہوں نے لئے ہیں کہ دیکھو خدا تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ دین کے معاملہ میں اکراہ نہیں کرنا جبر نہیں کرنا تم نے۔ فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ (الغاشیہ: ۲۲) ہاں وعظ ونصیحت کرو کیونکہ تم مذکر ہو، جبر کرنے والے نہیں ہو، وکیل نہیں ہو، محافظ نہیں ہو، حافظ نہیں ہو۔ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (الغاشیہ: ۲۳) اس کے معنے لغت والے نے یہ کئے ہیں کہ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ: لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُسَلَّطٍ عَلَيْهِمْ تَجْبُرُهُمْ عَلٰى مَا تُرِيْدُ تجھے مسلط نہیں کیا گیا لوگوں پر کہ تو اپنی مرضی لوگوں پر مسلط کرے اور یہ کہ جسے تو صداقت سمجھتا ہے اور چاہتا ہے کہ لوگ قبول کریں اس کو قبول کرنے پر لوگوں کو مجبور کرے۔ پھر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ (ق: ۴۶)

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ (ق: ۴۶) جو شخص تیرے ''انذار'' سے ڈرتا ہے اس کو تم نصیحت کرو جو نہیں ڈرتا اس کی کوئی ذمہ داری نہیں اور جو کفر اور تکذیب کی باتیں وہ کہتے ہیں ہم انہیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے تیری یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ یہ ہدایت حاصل کریں۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (البقرۃ: ۲۷۳) یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے، یہ رسول کا

کام نہیں ہے۔ تیرا کام صرف پہنچانا ہے اور پھر لکھتے ہیں کہ وَقِيلَ الْوَكِيلُ اَلْحَفِيظُ الْمَجَازِىُ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وکیل کے معنے ایسے حفیظ کے ہیں جس کے سپرد خدا تعالیٰ نے اس کے بندوں کو ان کے گناہوں کے نتیجہ میں سزا دینے کا اختیار دیا ہو۔

یہ جو پہلی آیت میں نے لی جس میں لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ہے اس کے متعلق میں نے کھول کر یہ ساری باتیں آپ کو بتا دی ہیں کہ وکیل کے یہاں کیا معنی ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم! میں نے وکیل نہیں بنایا یعنی خدائی کے وہ اختیار جن اختیارات کو استعمال کر کے میں نیکیاں کرنے والوں کو ان کا بدلہ اور بدی کرنے والوں کو ان کی سزا دیتا ہوں، یہ تیرے سپرد نہیں کیا۔ تیرا کام ہے پہنچانا۔ جو میں کہتا ہوں، جو میں نے تعلیم دی، جو میں نے ایک حسین لائحہ عمل نوعِ انسانی کے ہاتھ میں دیا، جو ایک کامل شریعت قرآن کریم میں آ گئی اور انسان کے ہاتھ میں تیرے ذریعہ سے پہنچائی گئی۔ اس کا پہنچانا تیرا کام ہے۔ قرآن کریم نے سورۂ انعام میں ہی ایک دوسری جگہ یہ فرمایا:-

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ (الانعام:۱۰۸) اس آیت سے پہلے جو مضمون بیان ہوا وہ یہ ہے کہ تیرے رب کی طرف سے دلائل آ چکے ہیں، جو ان کو پہچانے گا اور قبول کرے گا، ان کے مطابق عمل کرے گا، اس کا فائدہ اسی کی جان کو ہے اور جو کج راہی کو اختیار کرے گا اور قبول کرنے سے انکار کرے گا اس کو اس کی سزا بھگتنا پڑے گی اور اس سے چند آیات پہلے بھی آیا ہے وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ (الانعام:۱۰۵) اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِىَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ جو تجھ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا اس کی اتباع کرو۔ اس میں ایک حکم یہ بھی ہے کہ بطور رسول کے، بطور مبلغ کے دنیا کی طرف اپنی رسالت کو یعنی جو تعلیم تجھے دی گئی ہے اسے پہنچانا تیری ذمہ داری ہے۔ جو کام خدا تعالیٰ کے ہیں ان کے اندر دخل نہیں دینا۔

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِىَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (الانعام:۱۰۷) جو مشرک ہیں ان سے اعراض کرو۔

اتنی بڑی صداقت آ گئی، توحید کے اتنے زبردست دلائل انسان کے ہاتھ میں دے دیئے گئے،

وہ راہ بتادی گئی جس سے انسان خدا تعالیٰ سے ایک زندہ تعلق پیدا کر کے علیٰ وجہ البصیرت اپنے رب کو پہچان سکتا ہے، اس کے باوجود جو شخص شرک کرتا ہے پھر بھی اَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ان سے اعراض کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشۡرَكُوۡا یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا انہیں انکار اور شرک کی طاقت نہ دیتا اور وہ شرک نہ کرتے اور ہم نے تجھے ان پر محافظ نہیں مقرر کیا اور نہ تو ان پر نگران ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل میں ہے:-

رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِكُمۡ ؕ اِنۡ يَّشَاۡ يَرۡحَمۡكُمۡ اَوۡ اِنۡ يَّشَاۡ يُعَذِّبۡكُمۡ ؕ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ وَكِيۡلًا (بنی اسرائیل:۵۵) اس آیت سے پہلے یہ مضمون ہے کہ شیطان انسان کا کھلا کھلا دشمن ہے اور وہ کوشش کرتا ہے (جیسا کہ بعض جگہ تفصیل سے بیان ہوا) کہ انسان کو خدا تعالیٰ کی راہوں سے ہٹادے اور گمراہ کردے۔ اس کے بعد فرمایا رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِكُمۡ تمہارا خدا ہی جانتا ہے کہ کس شخص نے دل سے خدا کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا اور کس شخص نے عاجزانہ طور پر اپنے وجود کو خدا کے سپرد کردیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کو قبول کیا۔ یہ علم انسان کو حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِكُمۡ ہمیں سمجھایا گیا ہے کہ یہ علم کہ کوئی شخص واقع میں خدا تعالیٰ سے پیار کرنے والا ہے یا نہیں، یہ تو جس سے پیار کیا جاتا ہے وہی بتائے گا، میں اور آپ کیسے بتا سکتے ہیں۔ رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِكُمۡ تمہارا رب تمہیں سب سے زیادہ جانتا ہے اگر وہ چاہے گا تو تم پر رحم کرے گا۔ جس کے متعلق وہ سمجھے گا کہ رحم کے قابل ہے اس پر وہ رحم کرے گا اور اگر وہ چاہے گا تو تمہیں عذاب دے گا۔ اور اے رسول! ہم نے تجھے ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا جس کے معنے میں تفصیل سے پہلے بیان کر چکا ہوں۔

سورۂ زمر میں ہے اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالۡحَقِّ ۚ فَمَنِ اهۡتَدٰى فَلِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيۡهَا ۚ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيۡلٍ (الزمر:۴۲) اس سے پہلے ایک لمبا مضمون چلا آرہا ہے لیکن معاً پہلے یہ ہے کہ تم اپنی جگہ کام کرتے رہو میں اپنی جگہ کام کرتا رہوں گا۔ اور پھر جب خدا تعالیٰ اپنے ارادہ کو ظاہر کرے گا اور تم پر گرفت اس کی آئے گی اور دوسرے گروہ پر انعام نازل ہوں گے تو تم خود جان لوگے کہ کس کو رسوا کر دینے

والا اور دائمی عذاب ملتا ہے۔ اس آیت سے پہلے یہ مضمون ہے۔ اس کے بعد کہا اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ہم نے تجھ پر یہ کتاب یقیناً لوگوں کے فائدہ کے لئے حق اور حکمت کے ساتھ اتاری ہے۔ سو جس نے ہدایت پالی صحیح اور حقیقی معنے میں، اس کا نفع اسی کی جان کو حاصل ہوگا اور جو گمراہ ہوگیا اس کی گمراہی اسی پر پڑے گی اور تو ان پر کارساز کے طور پر، وکیل کے طور پر مقرر نہیں کیا گیا۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہ مقام نہیں، آپ بھی وکیل، نگران اور محافظ نہیں۔ تو اور کوئی آپ کے متبعین میں سے اگر ایسا دعویٰ کرے کہ میں ''وکیل'' ہوں اور مجھے خدا نے جبراً اسلام منوانے، اس پر قائم رکھنے کا اختیار دیا ہے تو اس قسم کا دعویٰ بڑا ہی جاہلانہ دعویٰ ہوگا۔

پھر سورۂ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ (الشوریٰ:۷) اس آیت کے بعد جو مضمون ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر قرآن نازل کیا تا کہ تو لوگوں کو ڈرائے اور ہوشیار کرے، اور ہر ایک جان لے گا کہ اس پر ایک قیامت آنے والی ہے اور قیامت کے دن جب خدا تعالیٰ اپنی عظمت اور جلال کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے گا تو ہر ایک جان لے گا کہ وہ اس گروہ میں شامل ہے جس پر جنت کے دروازے کھولے گئے ہیں یا وہ اس گروہ میں شامل ہے جس کو دوزخ کی طرف دھکیل کے لے جایا گیا ہے۔ یہ مفہوم ہے اس آیت کا جو اس کے بعد آتی ہے۔ جو آیت میں نے پڑھی ہے اس میں فرمایا کہ وہ لوگ جو اللہ کے سوا کسی کو اپنا پناہ دینے والا بناتے ہیں اللہ نے ان کے خلاف پڑنے والے سب اعمال کو محفوظ کر چھوڑا ہے اور تو ان پر وکیل نہیں ہے۔ یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے کہ وہ ان کے اعمال کو محفوظ کرے اور اگر چاہے تو ان کو پکڑے اور ان پر گرفت کرے۔

پھر سورۂ فرقان میں ہے اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا (الفرقان:۴۴) اس سے پہلے جو مضمون بیان ہوا ہے وہ یہ ہے کہ جو منکر ہیں اس عظیم صداقت کے وہ تجھے صرف ایک ہنسی اور ٹھٹھے کی چیز سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں اس شخص کو اوروں کو چھوڑ کے اللہ تعالیٰ نے رسول بنایا؟ اور کہتے ہیں کہ ہم تو اپنے عقائد پر بڑی مضبوطی

سے قائم ہیں، اگر ہم اپنے عقائد پر مضبوطی سے قائم نہ ہوتے تو ہمیں یہ شخص گمراہ کر دیتا یعنی مسلمان بنالیتا لیکن جب یہ لوگ عذاب دیکھیں گے تو پھر ان پر حقیقت کھل جائے گی کہ یہ صداقت پر قائم تھے یا ضلالت پر قائم تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا اے رسول! کیا تو نے اس شخص کا حال بھی معلوم کرلیا جس نے اپنی خواہشاتِ نفسانی کو اپنا معبود بنالیا جیسا کہ آج کل یہ فیشن بنا ہوا ہے ساری دنیا کا (یورپ ہے، امریکہ ہے، سوشلسٹ، کمیونسٹ ممالک ہیں) کہ وہ خواہشاتِ نفس کو اپنا معبود بنائے بیٹھے ہیں۔ بعض ملکوں نے تو یہ اعلان کر دیا کہ ہمارے عوام ہمارا خدا ہیں تو یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنی خواہشاتِ نفسانی کو اپنا معبود بنالیا ہے۔ پھر فرماتا ہے اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا کیا تو اس شخص پر نگران ہے کہ تو اسے جبراً گمراہی سے روکے؟

اس آیت کے متعلق بھی میں نے پرانی تفاسیر دیکھیں۔ مضمون لمبا ہے مگر میں چاہتا ہوں آج اسے ختم کردوں اس لئے صرف ایک دو آیتوں کے متعلق میں نے پرانی تفسیروں کے بھی حوالے لئے تا کہ آپ پر یہ بات واضح ہو جائے۔

ابن جریر کہتے ہیں ’’يَقُوْلُ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ اللہ جلّشانہٗ فرماتے ہیں اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ يَا مُحَمَّدُ عَلٰى هٰذَا حَفِيْظًا فِيْ اَفْعَالِهٖ‘‘(تفسیر ابن جریر جلد ۱۹ صفحہ ۱۱۔ زیر آیت الفرقان:۴۴) کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم نے تجھے نگران مقرر کیا ہے ایسے شخص کا جو نفسانی خواہشات کو اپنا معبود بنالیتا ہے؟ تو یہ استفہام ایسا ہے جو عربی محاورہ کے مطابق انکار کے معنی دیتا ہے یعنی تجھے نہیں بنایا وکیل۔ یہ ابنِ جریر نے کہا ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا کے معنے ہیں کہ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ حَفِيْظًا کہ کیا تجھے ہم نے حفیظ بنایا ہے؟ یعنی نگران اور محافظ نہیں بنایا کہ تَمْنَعُهٗ عَنِ الشِّرْكِ وَالْمَعَاصِىْ تو لوگوں کو شرک سے منع کرے اور گناہوں سے انہیں بچائے۔ پھر لکھا ہے۔ اَىْ لَسْتَ مُوَكَّلًا عَلٰى حِفْظِهٖ ان کو شرک اور معاصی سے بچانے اور محفوظ کرنے کا کام خدا نے تیرے سپرد نہیں کیا۔ ان کو آزادی دی ہے۔ بَلْ اَنْتَ مُنْذِرٌ

بلکہ تیرا کام صرف انذار کرنا ہے ماننا نہ ماننا ان کا کام ہے۔ تیرا کام ہے ان سے کہے کہ وحدانیت، کائنات کی بنیاد ہے اور دلائل دے، نشان دکھائے، معجزات ظاہر کرے۔ اور معجزہ وہ ہے عقلِ انسانی جس کو Explain نہیں کرسکتی یعنی بتا نہیں سکتی کہ یہ کیسے ہو گیا سوائے اس کے کہ خدا نے ایسا کر دیا۔ لیکن تیرا کام یہ نہیں ہے کہ تو شرک سے انہیں بچالے۔ اس بات پر مکلّف نہیں ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ نہ آپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ گنا ہگار نہ بنیں۔

تفسیر (کبیر) رازی میں ہے کہ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا اَیْ حَافِظًا تَحْفُظُهٗ مَنِ اتِّبَاعِ هَوَاهُ تجھے ہم نے یہ حکم نہیں دیا اور نہ یہ قدرت اور طاقت دی ہے اور نہ تجھے حافظ بنایا ہے کہ تو انہیں محفوظ رکھے نفسانی خواہشات کی اتباع کرنے سے۔ اَیْ لَسْتُ كَذٰلِكَ کہتے ہیں اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسا دوسری جگہ فرمایا لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَّيْطِرٍ اور جیسا کہ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَّيْطِرٍ کے معنے کئے گئے ہیں لَسْتَ بِمُسَلَّطٍ عَلَيْهِمْ تَجْبُرُهُمْ عَلٰى مَا تُرِيْدُ یعنی تو نے جو ایک روشنی اور صداقت دیکھی سو دیکھی، جبر کر کے کسی کو منوانے کا کام تیرے سپرد نہیں کیا گیا اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا مَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اکراہ کرنے کی تجھے اجازت نہیں۔ جبر کر کے، مجبور کر کے ان کو اس طرف لانے کی تجھے اجازت نہیں۔ (تفسیر کبیر امام رازی۔ زیر آیت الفرقان:۴۴)

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ جو ہے یعنی وکیل نہیں بنایا یا وکیل نہیں ہے، مختلف پیرایوں میں اس لفظ کو اللہ تعالیٰ نے مختلف آیات میں استعمال کیا ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا۔ سوال پیدا ہوتا تھا (جس کی طرف میں اشارہ کرتا آیا ہوں) کہ پھر کیا بنایا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے تجھے رسول بنایا، تجھے مبشر بنایا کہ جو ایمان لائیں اور اعمالِ صالحہ بجالائیں اور خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرلیں ان کو بڑے انعام ملیں گے۔ آپ لوگ گواہ ہیں کہ کتنے انعام ملتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اور تجھے نذیر بنایا کہ دیکھو اگر خدا تعالیٰ کو ناراض کرو گے تو اس کے غضب کی آگ میں جلو گے (ابدی جہنم کا تصور غلط ہے) اور تجھے رسول بنایا کے معنے ہیں تجھے پہنچانے والا بنایا، تجھے مبلغ بنایا، تیرا کام یہ ہے کہ تو بلاغ کرے، تو لوگوں تک اس تعلیم کو پہنچا دے جو

تیرے خدا نے بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے نازل کی ہے۔ اس لئے قرآن کریم میں سے دوسرا لفظ جو میں نے منتخب کیا مذہبی آزادی اور آزادیٔ ضمیر کے مفہوم کی وضاحت کے لئے وہ ’’اَلْبَلَاغ‘‘ کا لفظ ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۂ آلِ عمران میں فرماتا ہے:۔

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّیّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ (اٰل عمران:۲۱)

اگر یہ لوگ تجھ سے جھگڑیں تو تو ان سے کہہ دے کہ میں نے اور ان لوگوں نے جو میرے پیرو ہیں اپنے آپ کو اللہ کی فرمانبرداری میں لگا دیا ہے اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے ان کو اور نیز اُمیوں کو کہہ دے کہ کیا تم بھی فرمانبردار ہوتے ہو، مسلمان ہوتے ہو۔ پس اگر وہ فرمانبردار ہو جائیں اور وہ بھی کہیں اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تو سمجھو کہ وہ ہدایت پا گئے اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو تیرے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے۔ اگر وہ منہ پھیر لیں تو تیرا کام ختم۔ تیرے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں کو دیکھ رہا ہے اور اس سے تو کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ وہ آپ ہی ان سے نپٹے گا اور جب چاہے گا ان کو سزا دے گا۔

یہاں جیسا کہ سیاق وسباق سے ظاہر ہے کہ مخاطب غیر مسلم ہے جس کے سامنے پہلی دفعہ اسلام رکھا جاتا ہے کیونکہ وہ جھگڑا کر رہے ہیں، ان کو کہا گیا ہے ہم ایمان لے آئے ہم مسلمان ہوگئے، تم بھی مسلمان ہو جاؤ، خدا تعالیٰ کے پیار کو، اس کی محبت کو، اس کی برکات کو، اس کی رحمتوں کو تم حاصل کرو گے۔

سورۂ مائدہ میں ہے اور یہاں مخاطب ہیں مومن۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝ (المائدہ:۹۳)

اس سے پہلے جو مضمون بیان ہوا ہے چند آیات میں وہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! شراب، جوُا، بت، قرعہ اندازی کے تیر جو ہیں وہ ناپاک ہیں اور شیطانی کام ہیں۔ ان سے بچنا چاہیئے۔ شیطان شراب اور جوُئے کے ذریعے سے عداوت اور کینہ ڈالنا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور

نماز سے روکنا چاہتا ہے۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے رک سکتے ہو؟ ظاہر ہے مومن مخاطب ہیں۔ تو پہلی آیت میں تھا فَاجْتَنِبُوْهُ۔ مفسرین کہتے ہیں وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ میں ’’واؤ‘‘ جو ہے یہ عطف فَاجْتَنِبُوْهُ پر ہے یہ مضمون اس تسلسل میں چلتا ہے اور مخاطب مومن ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور تم اللہ کی بھی اطاعت کرو اے مومنو! اور اس کے رسول کی بھی اطاعت کرو اور ہوشیار رہو اور جن چیزوں سے روکا جاتا ہے ان سے رکو اور اگر اس تنبیہ کے بعد بھی تم پھر گئے تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ تو کھول کھول کر پہنچا دینا ہی ہے۔

یہاں مخاطب چونکہ مومن ہیں۔ تَوَلَّيْتُمْ کے دو معنے ہیں ایک عملاً پھر گئے یعنی ایمان اور صداقت کی راہوں کو اختیار کرنے کی بجائے نفاق، فسق اور بدعملی کی راہوں کو تم نے اختیار کیا، یہ بھی تولّی ہے کیونکہ جو حکم ہیں ان کے خلاف کیا اور یہاں تَوَلَّيْتُمْ کے معنے ارتداد کے بھی ہیں کہ اگر تم پھر جاؤ یعنی اعلان کر دو کہ یہ پابندیاں ہم اٹھانے کے لئے تیار نہیں، ہم اسلام کو چھوڑتے ہیں۔ جس طرح زکوٰۃ کی فرض ادائیگی کی وجہ سے اور ترکِ زکوٰۃ کی خاطر ارتداد اختیار کیا تھا عرب کے ایک حصے نے (بعد میں بہت سوں نے توبہ کر لی) جس طرح آجکل ایک شخص یورپ میں مسلمان ہوا اور ازدواجی رشتہ کے سلسلہ میں غیر اسلامی کام کر لیا اس نے۔ جب اس کو کہا گیا کہ اسلام تو یہ نہیں کہتا تو کہنے لگا کہ اس قسم کی پابندیاں تو میرا دماغ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اتنا سخت ہے یہ مذہب اس لئے میں اسلام کو چھوڑتا ہوں۔ تو فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ میں دونوں ہیں، نفاق یا فسق کی راہوں کو اختیار کر کے منہ پھیرنے والے یا علی الاعلان خود کہنے والے کہ ہم اسلام کو چھوڑتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم پھر گئے تو یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ ہمارے رسول پر کوئی ذمہ داری نہیں کہ وہ تمہیں زبردستی دائرۂ اسلام میں رکھے یا زبردستی تم سے نیک اعمال کروائے۔ ہمارے رسول پر ایسی کوئی ذمہ داری نہیں۔ اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ہمارے رسول پہ یہ ذمہ داری ہے کہ کھول کھول کے دین کی باتیں تمہارے کانوں میں ڈالے اور اپنی ذمہ داری کو وہ پورا کر رہا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام رازیؒ کہتے ہیں۔

’’وَ هٰذَا تَهْدِيْدٌ عَظِيْمٌ وَ وَعِيْدٌ شَدِيْدٌ فِيْ حَقِّ مَنْ خَالَفَ فِيْ هٰذَا التَّكْلِيْفِ وَ

اَعْرَضَ فِیْهِ عَنْ حُكْمِ اللّٰهِ وَ بَيَانِهٖ يَعْنِيْ اَنَّكُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَالْحُجَّةُ قَدْ قَامَتْ عَلَيْكُمْ وَالرَّسُوْلُ قَدْ خَرَجَ عَنْ عُهْدَةِ التَّبْلِيْغِ وَ الْاِعْذَارِ وَ الْاِنْذَارِ فَاَمَّا مَا وَرَآءَ ذٰلِكَ مِنْ عِقَابٍ مَنْ خَالَفَ هٰذَا التَّكْلِيْفَ وَ اَعْرَضَ عَنْهُ فَذَاكَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى‘‘

(تفسیر کبیر امام رازی جلد ۳ صفحہ ۶۵۸۔ زیر آیت سورۃ المائدۃ آیت ۹۳)

امام رازیؒ نے یہ تفسیر کی ہے کہ اس میں بڑی تہدید اور بڑی وعید ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اور اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اگر تم منہ پھر لو تو یاد رکھو کہ رسول نے کھول کھول کر صداقت کو بیان کرنے کی وجہ سے تم پر حجت پوری کر دی۔ آگے عمل کرنا یا نہ کرنا اس کی ذمہ داری رسول پر نہیں۔ وَالرَّسُوْلُ قَدْ خَرَجَ عَنْ عُهْدَةِ التَّبْلِيْغِ وَ الْاِعْذَارِ وَ الْاِنْذَارِ اور جو ذمہ داری رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہماری طرف سے تھی کہ وہ انذار کرے، اور وہ تبشیر کرے اور وہ تبلیغ کرے اور وہ کھول کھول کر خدا تعالیٰ کی صداقتوں کو تمہارے سامنے بیان کرے، وہ اس نے بیان کر دیں۔ قَدْ خَرَجَ عَنْ عُهْدَةِ اور جو اس پر فرض تھا، جو ذمہ تھا اس کا، اس سے وہ آزاد ہو گیا، اس نے وہ پورا کر دیا۔ اس کے اوپر کوئی الزام نہیں آتا اس کے بعد۔ فَاَمَّا مَا وَرَآءَ ذٰلِكَ جو اس کے علاوہ سزا دینا ان لوگوں کو مَنْ خَالَفَ هٰذَا التَّكْلِيْفَ جو اس انذار اور تبشیر وغیرہ کے بعد جو ذمہ داریاں سننے والوں پر آتی تھیں جو انہوں نے ادا نہ کیں اور مخالفت کی اور عمل نہیں کیا یا ارتداد کا اعلان کر دیا ان کو سزا دینے کا جو سوال ہے فَذَاكَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے یہ رسول کا نہیں ہے۔ رسول کا کام صرف پہنچا دینا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے سامنے کھل کے تبلیغ کر دی اور ہر چیز کھول کر بیان کر دی تو آپ نے اپنا وہ کام پورا کر دیا جس کام کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا۔ آپ کا یہ کام نہیں ہے کہ زبردستی مومن بنائیں، زبردستی نیک اعمال کروائیں زبردستی دائرۂ ایمان کے اندر رکھیں اور زبردستی کریں کہ تمہیں اب میں نے یہ کہنے نہیں دینا کہ میں اسلام سے باہر نکل رہا ہوں۔ یہ امام رازیؒ نے اس آیت کی تفسیر کی ہے۔ ابنِ جریر کہتے ہیں۔

فَاعْلَمُوْا (آیت میں ہے فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ) اَنَّهٗ لَيْسَ

عَلٰی مَنْ اَرْسَلْنَاہُ اِلَیْکُمْ بِالنِّذَارَۃِ غَیْرَ اِبْلَاغِکُمُ الرِّسَالَۃِ۔

(تفسیر ابنِ جریر۔ زیر آیت المائدۃ: ۹۳)

کہ یہ اچھی طرح جان لو کہ جس شخص کو ہم نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے (نذارۃ کے معنی انذار کے ہیں) انذار کے لئے اس کے اوپر ذمہ داری سوائے ابلاغِ رسالت کے نہیں یعنی بحیثیت رسول اس کے اوپر جو تعلیم نازل ہوئی ہے اس کا آگے پہنچا دینا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی ذمہ داری اس کی نہیں۔ وہ رسالت وہ تعلیم اَلَّتِیْ اَرْسَلَ بِھَا اِلَیْکُمْ جو تعلیم بتاتی ہے۔ ’’مُبَیِّنَۃٌ لَکُمْ بَیَانًا یُوْضَعُ لَکُمْ سَبِیْلَ الْحَقِّ‘‘ جو تعلیم کھول کے بیان کرتی ہے کہ صداقت کا، حق کا راستہ کیا ہے۔ وَالطَّرِیْقُ الَّذِیْ اُمِرْتُمْ اَنْ تَسْلُکُوْہُ اور وہ کون سی راہیں ہیں خدا کو پانے کی جن پر تمہیں چلنا چاہیئے تو یہ کام ہے رسالت کا۔ وہ تعلیم لایا۔ اس نے وہ راہیں بتادیں جو خدا تک پہنچاتی ہیں۔

؎ قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے (درثمین صفحہ ۱۰۲)

یہ کام محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا۔ قرآں نازل ہوا تھا تم تک قرآن پہنچا دیا۔ تمہیں کھول کے بیان کر دیا۔ اپنی صداقت کے لئے عظیم نشان دکھائے جو پھیلے ہوئے ہیں قیامت تک۔ اس چودھویں صدی میں بھی بیسیوں خدا تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے نشان دکھائے جن کا پہلے علم دیا گیا تھا۔ اس نے وضاحت سے بیان کیا صراطِ مستقیم کو اور اس طریق کو جس پر چلنے کا تمہیں حکم دیا گیا تھا۔ وَ اَمَّا الْعِقَابُ عَلَی التَّوَلِّی اور منہ پھیر لینا، ارتداد اختیار کر لینا، کہنا ہم نہیں بات مانتے، جہاں تک اس کی سزا کا تعلق ہے۔ وَالْاِنْتِقَامِ بِالْمَعْصِیَۃِ اور گناہ کی سزا دینے کا جہاں تک تعلق ہے فَعَلَی الْمُرْسِلِ دُوْنَ الرُّسُلِ تو یہ ذمہ داری رسول بھیجنے والے کی ہے رسولوں کی نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذمہ داری ہے رُسل کی نہیں ہے۔ وَ ھٰذَا اِمِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَعِیْدٌ لِمَنْ تَوَلّٰی عَنْ اَمْرِہٖ وَنَھْیِہٖ اور جو شخص خدا تعالیٰ کے اوامر سے مُنہ پھیرتا یا جن باتوں سے اسے روکا گیا ہے ان سے باز نہیں آتا یہ اس کے لئے بڑی سخت وعید ہے۔

سورۃ مائدہ میں ہے مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا

تَكْتُمُوْنَ (المآئدة:۱۰۰) اس آیت سے پہلی آیت کے آخر میں ہے خدا تعالیٰ شَدِیْدُ الْعِقَابِ بھی ہے اور غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بھی ہے۔ خدا تعالیٰ کی یہ صفات بیان ہوئی ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ۔ رسول پر صرف بات کا پہنچانا واجب ہے اور جو بات عملاً تم سے ظہور میں آجاتی ہے اور اس کو بھی جو تم سے ابھی عملاً ظہور میں نہیں آئی، اللہ خوب جانتا ہے اور جہاں تک جزا اور سزا کا تعلق ہے وہ خود تمہارے ساتھ معاملہ کرے گا۔ ہمارے رسول کی سوائے بلاغ کے، سوائے صداقت کو کھول کے بیان کر دینے اور تمہیں سمجھا دینے کے اور کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام رازیؒ کہتے ہیں کہ:-

وَاعْلَمْ اَنَّهٗ تَعَالٰى لَمَّا قَدَّمَ التَّرْهِيْبَ التَّرْغِيْبَ بِقَوْلِهٖ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ کہ جو پہلی آیت کے آخر میں تھا شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ تو یہ ترہیب، انذار، ڈرانا اور یہ رغبت دلانا، بشاشت پیدا کرنا، بشارت دینا کہ خدا تعالیٰ شَدِیْدُ الْعِقَابِ بھی ہے اور غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بھی ہے اس کے بعد اَتْبَعَهٗ بِالتَّكْلِيْفِ بِقَوْلِهٖ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ خدا تعالیٰ نے یہ مضمون بیان کیا کہ خدا کے رسول کو کس چیز کا مکلّف بنایا جاتا ہے۔ کیا ذمہ داری ڈالی جاتی ہے۔ اور یہ بتایا کہ اس کے اوپر ذمہ داری صرف یہ ہے کہ وہ کھول کر پہنچا دے، بلاغ۔ یعنی اِنَّهٗ كَانَ مُكَلَّفًا یعنی رسول کو مکلّف بنایا جاتا ہے بِالتَّبْلِيْغِ کہ وہ تبلیغ کرے۔ فَلَمَّا بَلَّغَ جب وہ اس ذمہ داری کو پورا کر دے اور کھول کھول کر ہر ایک کے سامنے صداقت کو بیان کر دے خَرَجَ عَنِ الْعُهْدَةِ اس نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی، اس کے اوپر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ وَ بَقِيَ الْاَمْرُ مِنْ جَانِبِكُمْ باقی رہ گیا تمہارا معاملہ، تمہارا امر تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ اَنَا عَالِمٌ مِّمَّا تُبْدُوْنَ وَ مِمَّا تَكْتُمُوْنَ تو تمہارے ظاہر و باطن کو میں جانتا ہوں۔ فَاِنْ خَالَفْتُمْ اگر تم جو صداقت آئی ہے اس کی مخالفت کرو زبان سے، دل سے، اپنے عمل سے، فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ تو یہ نہ بھولنا آزادی تو ہے، کرو نہ کرو، یہ نہیں کہ نہیں کرنے دیں گے مگر یہ نہ بھولنا کہ خدا تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت ہوتی ہے۔ وَ اِنْ اَطَعْتُمْ اگر تم نے صداقت کی جو باتیں

سنیں، جو پیار کے حصول کی راہیں تمہیں دکھائی گئیں ان پر تم چلے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی تو جان لو اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ کہ خدا تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

سورۂ نحل میں ہے فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (النحل:۸۳) اس سے پہلے مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسان بنایا، سننے کے لئے اسے کان دیئے، معجزات ونشانات کو دیکھنے کے لئے اسے آنکھیں دیں، سوچ اور غور وفکر کے لئے خدا تعالیٰ نے انسان کو دل دیا اور آسمانوں سے اتنی ساری نعمتیں نازل کیں اور اس طرح اپنی عظمت کے نشان ظاہر کئے اور یہ سارا کچھ اس لئے کیا گیا تا کہ اے انسان! تو اس کا فرمانبردار بن جائے، یہ پچھلا مضمون ہے۔ یہ جو آیت میں نے پڑھی ہے اس میں فرمایا فَاِنْ تَوَلَّوْا اگر کانوں کے ہوتے ہوئے، اگر آنکھوں کے ہوتے ہوئے اور دل کے باوجود اور ان تمام بے شمار بے حد وحساب نعمتوں کی موجودگی میں بھی فَاِنْ تَوَلَّوْا وہ اب بھی پھر جائیں (اس کے مخاطب بھی غیر مسلم ہیں) تو اس کی وجہ سے اے نبیؐ! تجھ پر الزام نہیں آئے گا کیونکہ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ تیرے ذمہ صرف کھول کر پہنچا دینا ہے، اس سے زیادہ اور کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

سورۂ نور میں ہے قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (النور:۵۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو کہہ دے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ پس اگر وہ پھر جائیں تو اس رسول پر صرف اس کی ذمہ داری ہے جو اس کے ذمہ لگایا گیا ہے (یعنی پہنچاؤ اپنی رسالت کو) اور تم پر اس کی ذمہ داری ہے جو تمہارے ذمہ لگایا گیا ہے کہ تم ایمان لاؤ، زبان سے اقرار کرو اور دل سے تصدیق اور اپنے اعمال سے، اپنے جوارح سے اپنے ایمان پر مہر ثبت کرو۔ اگر تم اس کی اطاعت کرو اور حقیقی مسلمان بن جاؤ تو ہدایت پا جاؤ گے اور اس دنیا میں اور اخروی زندگی میں کامیاب ہوگے اور رسول کے ذمہ جو بات لگائی گئی ہے وہ صرف یہ ہے کہ وہ کھول کر تمہارے پاس پہنچا دے۔ رسول کی بحیثیت رسول یہ ذمہ داری ہے کھول کر تمہارے سامنے بیان کر دے۔

یہاں مخاطب جو ہیں وہ کمزور مسلمان اور منافق ہیں اور یہاں بھی فَاِنْ تَوَلَّوْا میں فسق

کی تولّی بھی ہے اور اعلانِ ارتداد بھی آ جاتا ہے۔ سورۂ عنکبوت میں ہے۔
وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (عنکبوت:۱۹) اگر تم میری بات کو جھوٹا قرار دو تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ تم سے پہلی قوموں نے بھی اپنے رسولوں کو جُھٹلایا تھا اور رسول کا کام تو صرف کھول کھول کر پہنچانا ہوتا ہے زبردستی منوانا نہیں ہوتا۔ اور سورۂ شوریٰ میں ہے۔
فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ (الشوریٰ:۴۹) اس سے پہلے یہ تھا اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ جو تمہارے سامنے صداقت آئی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا خدا کا کلام اور خدا کی شریعت کو، اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ اور انہوں نے کہا یہ صداقت ہے اس پر ایمان لاؤ تو ایمان لاؤ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا منشاء ہے کہ تم ایمان لاؤ اور ترقی کرو اور اپنی حیات کا مقصد حاصل کرو۔ آگے فرماتا ہے۔ فَاِنْ اَعْرَضُوْا ان کو کہا گیا تھا اِسْتَجِيْبُوْا قبول کرو، اگر وہ قبول نہ کریں بلکہ اعراض کریں فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا تو تجھے ہم نے نگران بنا کر نہیں بھیجا اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ تجھ پر صرف پہنچا دینا فرض ہے، اس سے زیادہ کوئی فرض نہیں۔

پھر سورۂ تغابن میں ہے۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (التغابن:۱۳) اور اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو لیکن اگر تم پھر جاؤ تو ہمارے رسول پر صرف کھول کر بات پہنچا دینا ہی فرض ہے۔

یہاں جو مضمون بیان ہوا ہے وہ اسی سورۃ کی اور بہت سی آیات میں بھی بیان ہوا ہے۔ میں اسے مختصراً بیان کروں گا۔ پہلے کہا گیا فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (التغابن:۹) حکم ہے بنی نوع انسان کو کہ اللہ پر اور اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ۔ اس کے بعد فرمایا۔ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ (التغابن:۱۰) جو شخص ایمان لے آئے تو اس کے متعلق بتایا کہ اس کو خدا تعالیٰ یہ جزا دے گا یعنی پیار کی جنتوں میں اسے داخل کرے گا۔ پہلے کہا ایمان لاؤ۔ پھر کہا جو ہماری بات مان کے ایمان لے آئیں گے ان کے ساتھ پیار کا یہ سلوک ہوگا۔ پھر کہا کہ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا (التغابن:۱۱) جو ایمان نہیں لائیں گے ان کو دوزخ میں بھیجا جائے گا،

یہ سلوک ہوگا، ان کے ساتھ۔ پھر کہا وَ مَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ (التغابن:۱۲) کہ جو شخص ایمان لاتا ہے اس کے دل کو خدا تعالیٰ ہدایت دیتا ہے، صحیح اور سچا ایمان، جو قلبِ سلیم کے اندر گھستا اور اس کی زندگی میں ایک انقلابِ عظیم بپا کرتا ہے۔

یہ ہے اسلام کا مفہوم (وَ مَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ)۔ پھر کہا وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ یہ جو عظیم نعمت کہ انسان کا دل خدا تعالیٰ کی ہدایت سے پُر ہو جائے یہ تبھی تمہیں حاصل ہوسکتی ہے کہ خدا کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، کامل طور پر خدا کے حضور جھک جاؤ، اپنا سب کچھ اسے پیش کر دو، تو تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے کہا ہے يَهْدِ قَلْبَهٗ تَوَلَّيْتُمْ لیکن فَاِنْ مومن یہاں مخاطب ہیں اور وَ مَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ کے بعد یہ کہا اگر تم پھر جاؤ، منہ پھیر لو تو اس پھر جانے سے مراد نفاق وفسق کا پھر جانا بھی ہے اور ارتداد کا پھر جانا بھی ہے۔ بڑا واضح ہے یہ مفہوم۔ یعنی چاہے تم عملاً اسلام کی راہوں کو چھوڑ دو، چاہے اعلان کرو کہ ہم اسلام کی راہوں کو چھوڑ رہے ہیں، ہر دو حالت میں تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارے رسول پر نہ تمہاری بداعمالیوں کی وجہ سے کوئی ذمہ داری ہے اور نہ اس وجہ سے کوئی الزام ہے آپ پر۔ اور نہ تمہارے اسلام چھوڑنے کے نتیجہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یا آپ کے ماننے والوں پر کوئی الزام آتا ہے۔ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ جو فرض ہم نے اپنے رسول پر عائد کیا ہے وہ صرف کھول کر ہماری بات کو بنی نوع انسان کے کانوں تک پہنچا دینا ہے۔

اور سب سے آخری آیت جو میں نے منتخب کی ہے آج کے لئے، وہ سورۂ رعد کی آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَ اِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ (الرعد:۴۱) اور جس عذاب کے بھیجنے کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں (یہ پہلے اس کا ذکر آرہا ہے) اگر ہم اس کا کوئی حصہ تیرے سامنے بھیج کر تجھے دکھا دیں تو تُو بھی ان کا انجام دیکھ لے گا، اور اگر ہم اس گھڑی سے پہلے تجھے وفات دے دیں تو تجھے **مابعدالموت** اس کی حقیقت معلوم ہوجائے گی کیونکہ تیرے ذمہ ہمارے حکم اور پیغام کا

صرف پہنچا دینا ہے اور ان کا حساب لینا ہمارے ذمہ ہے۔ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ یہاں خداتعالیٰ نے بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے کہ پہنچانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے، حساب لینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام نہیں، حساب لینا میرا کام ہے یعنی خدا کا کام ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس ماں نے ایسا بیٹا جنا ہے جو کہے کہ میرا کام حساب لینا ہے، خدا کا کام حساب لینا نہیں ہے۔

اس کے متعلق تفسیر رازی میں ہے۔ کہتے ہیں کہ سَوَآءٌ اَرَیْنَاکَ ذٰلِکَ اَوْ تَوَفَّیْنَاکَ قَبْلَ ظُھُوْرِہٖ کہ جو انذاری پیشگوئیاں ہیں وہ تیرے سامنے ظاہر ہو جائیں اور عذاب آ جائے یا تیری وفات کے بعد ہوں پس ایک ہی بات ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ انذاری پیشگوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو نہیں کرتے اور نہ بشارت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں یہ تو خداتعالیٰ کا کام ہے۔ یہ ذمہ داری کہ کسی سچے مومن، مخلص، ایثار پیشہ کے حق میں بشارت دیں، یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام نہیں ہے (یہ اچھی طرح سن لیں) اور یہ کہنا کہ جو انکار کر رہا ہے، جو مخالفت کر رہا ہے، جو شرک کر رہا ہے، جو فسق میں پھنسا ہوا ہے، جو خدا سے دور چلا گیا، جس نے خدا کو ناراض کر لیا، اس کو یہ عذاب پہنچے گا، یہ انذاری پیشگوئی کرنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام نہیں۔ یہ کسی بھی بندہ کا کام نہیں ہے۔ یہ خدا کا کام ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے پیشگوئی کی، ہم اپنے وقت پر پوری کر دیں گے، تیرے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں فَالْوَاجِبُ عَلَیْکَ جس چیز کا تیرے ساتھ تعلق ہے اور تجھ پر ہم نے فرض کیا ہے وہ ہے تَبْلِیْغُ اَحْکَامِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ اَدَاءُ اَمَانَتِہٖ وَ رِسَالَتِہٖ کہ خداتعالیٰ کے احکام کو دنیا تک پہنچانا اور جو امانت خداتعالیٰ نے تیرے سپرد کی ہے اور اپنی رسالت کی ذمہ داریوں کو ادا کرنا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت رسالتِ عظمیٰ ہے، آپ سب رسولوں سے افضل ہیں) اس رسالت کا لوگوں تک پہنچانا، اس کی تبلیغ کرنا یہ آپ کا کام ہے۔ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ اور حساب لینا ہمارا کام ہے۔ یہ ہے امام رازیؒ کی تفسیر۔

روح البیان میں اس کو مزید کھول کر بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تبلیغ، بلاغ پہنچانا جو ہے عَلَیْکَ الْبَلٰغُ اَیْ تَبْلِیْغُ الرِّسَالَۃِ وِ اَدَاءُ الْاَمَانَۃِ لَا غَیْرُ کہ صرف یہ ہے کام۔

اس کے علاوہ اور کوئی فرض ہی نہیں رسول کا اور نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی رسالت کی جو امانت سپرد کی گئی ہے (امانت مختصراً آپ سمجھ لیں کہ قرآن کریم کی ساری شریعت جو ہمارے ہاتھ میں قرآن دیا گیا، وہ امانت ہے) اس کو پہنچانے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو فرض تھا یعنی قرآن کریم کو مکمل اور کامل شریعت بغیر ایک لفظ کی تبدیلی کے بنی نوع انسان کے ہاتھ میں دینے کا فرض وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خوبی سے انجام دیا (بے شمار صلوات اور سلام ہوں آپ پر) کہ قیامت تک اس کے اندر ہر قسم کی تبدیلی، کمی اور بیشی کے دروازے بند کر دیئے۔ بڑی محفوظ کتاب ہے۔ خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ذریعہ بنایا خدا تعالیٰ نے اپنے وعدوں کو پورا کرنے کا، جس طرح اور بہت سے وعدوں کے پورا کرنے کا بنایا۔

آپ کا فرض تو تبلیغِ رسالت اور اَدَاءُ الْاَمَانَۃِ ہے لَا غَیْر اس کے علاوہ کوئی فرض نہیں آپ کے اوپر جہاں تک لوگوں کا تعلق ہے۔ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ اور یہ کہتے ہیں اس کے معنی ہیں ہمارے ذمہ ہے حساب کرنا ان کا اَیْ مَجَازَاتُھُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ قیامت کے دن ان کا مؤاخذہ کرنا اور ان کو ان کی بدیوں کی سزا دینا۔ حساب کے یہاں یہ معنی ہیں۔ عَلَيْنَا الْحِسَابُ خدا کہتا ہے کہ حساب لینا ہمارے ذمہ ہے۔ یعنی قیامت کے روز ان کی بدیوں کی، سیّئات کی سزا دینا لَا عَلَیْکَ یہ تیرا کام نہیں ہے ان کی بدیوں کی سزا دینا۔ اس واسطے فَلا یُھِمَّنَّکَ اِعْرَاضُھُمْ اور اگر اعراض کرے کوئی تو اس کا کوئی خیال نہ کرو کہ یہ میری ذمہ داری تھی۔ یہ کیا ہوگیا کہ یہ تو مان نہیں رہے۔ تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں منوانا۔ وَلَا تَسْتَعْجِلْ بِعَذَابِھِمْ اور عذاب دینا جو ہمارا کام ہے اس میں بھی جلدی کرنے کی ضرورت نہیں۔ اپنی حکمتِ کاملہ سے جب وقت آئے گا ہم دے دیں گے اور روح البیان میں یہ بھی لکھا ہے کہ ”التَّاوِیْلَاتُ النَّجْمِیَّۃُ“ میں ہے کہ حساب کے معنی صرف سزا نہیں بلکہ جزا و سزا ہے فِی الرَّدِّ وَ الْقُبُوْلِ۔

(تفسیر رُوح البیان۔ زیر آیت الرعد:۴۱)

روح المعانی میں ہے۔ یہ کہتے ہیں۔

” اِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ اَیْ تَبْلِیْغُ اَحْکَامِ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ وَمَا تَضَمَّنَہٗ مِنَ

اَلْوَعْدِ وَالْوَعِيْدِ.......... وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ .... اِنَّمَا عَلَيْنَا مُحَاسَبَةُ اَعْمَالِهِمُ السَّيِّئَةِ اَلْمُؤَاخَذَةُ بِهَا دُوْنَ جَبْرِهِمْ عَلٰى اِتِّبَاعِكَ اَوْ اِنْزَالِ مَا اقْتَرَحُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيَاتِ‘‘ (تفسیر روح المعانی۔ زیر آیت الرعد:۴۱)

یہ کہتے ہیں اِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ کے معنے ہیں کہ جو احکام ہم نے تجھ پر نازل کئے ہیں ان کو دنیا کے انسانوں تک پہنچانا جس کے معنے ہیں کہ جو ان کو مان لیں ان کے لئے بشارتیں بھی دی ہوئی ہیں قرآن کریم میں۔ ان بشارتوں کا پہنچانا اور قرآن کریم کی شریعت میں جو انذاری پیشگوئیاں ہیں، وعید ہیں، ان کا بھی کھول کر بیان کر دینا۔ اگر تم نہیں مانو گے تو انگریزی میں کہتے ہیں Face کرنی پڑیں گی۔ یہ باتیں تمہارے سامنے آئیں گی، پھر اور اس کے تم ذمہ دار ہو گے دکھ اٹھانے کے۔ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ اس کے معنے ہیں اِنَّمَا عَلَيْنَا مُحَاسَبَةُ اَعْمَالِهِمُ السَّيِّئَةِ کہ ان کے بداعمال کا محاسبہ کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ اسی طرح ہمارے ذمہ ہے اَلْمُؤَاخَذَةُ بِهَا کہ اس کی سزا ان کو دیں۔ محاسبہ کریں اور سزا دیں، یہ دو مفہوم بیان کئے اس تفسیر والے نے، یہ ہمارا کام ہے دُوْنَ جَبْرِهِمْ عَلٰى اِتِّبَاعِكَ اور ہم نے بھی یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم ان پر جبر نہیں کریں گے کہ وہ تیری اتباع کریں یعنی وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ میں خدا تعالیٰ نے یہ اعلان کیا ہے کہ خدا تعالیٰ بھی جبر نہیں کرے گا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم رسول کی اتباع کریں۔ جبر نہیں کرے گا۔ جبر کے بعد تو جزا وسزا کا سوال ہی نہیں رہتا۔ یہ جو ہے جبر یہ جزا وسزا کی نفی ہے۔ پھر نہ جزا ہے نہ سزا ہے۔ نہ پرند کو ملتی ہے کوئی جزا نہ سزا، نہ کتوں کو، نہ اونٹ کو، نہ گھوڑے کو، نہ کسی اور چیز کو، نہ پتھروں کو، نہ ہیروں کو، نہ جواہرات کو۔ یہ تو جہاں آزادئ ضمیر اور مذہبی آزادی ہے وہاں سوال پیدا ہوتا ہے عقلاً کہ انسان خود اپنی مرضی سے جو کام کرتا ہے جس کے متعلق خدا کا رسول کہتا ہے کہ خدا کی نگاہ میں اچھا ہے تو اگر خدا کی نگاہ میں اچھا ہے تو خدا مجھے کیا صِلہ دے گا، یا اگر خدا کی نگاہ میں بُرا ہے تو مجھے کس قسم کی عقوبت سے ڈرنا چاہیئے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بھی ان پر جبر نہیں کروں گا کہ تیرے اوپر ایمان لائیں۔ ہاں محاسبہ کروں گا اور مؤاخذہ کروں گا۔ نیز میں یہ بھی نہیں کروں گا (اِنْزَالِ مَا اقْتَرَحُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيَاتِ) کہ جو اقتراحی معجزات تجھ سے مانگتے ہیں وہ میں تجھے دے

دوں۔ خدا تو خدا ہے۔ وہ لوگوں کے کہنے پر نہ معجزہ دکھاتا ہے نہ لوگوں پر جبر کرنے کا اس نے دستور بنایا ہے۔ یہ جو منصوبہ ہے بنی نوع انسان کی پیدائش اور خلق کا، اس منصوبہ کی بنیادی حقیقت آزادیٔ ضمیر اور مذہبی آزادی ہے اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے کہا تھا کہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات:۵۷) کہ میں نے انسان کو اس لئے بنایا کہ وہ اپنی کوشش سے میری صفات کا رنگ اپنی صفات میں بھرے۔ میرا عبد بنے۔ اگر اس قسم کی مخلوق کو عبد کہا جائے جیسے مثلاً فرشتے ہیں۔ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (النحل:۵۱) کہ خدا جو حکم دیتا ہے وہ کرتے ہیں تو یہ اس آیت کے مفہوم کے خلاف ہے۔ یہ بات بھی صحیح ہے کہ ہر حکم جو خدا کی طرف سے انہیں ملتا ہے اس پر وہ عمل کرتے ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ ہر حکم پر عمل بجالانے کے نتیجہ میں ان کو ایک ذرہ بھر بھی انعام نہیں ملتا۔ اطاعت ان کی فطرت میں ہے۔ کس چیز کا انعام یا کس چیز کی سزا؟ جزا اور سزا کا مفہوم ہی ایک کامل اور مکمل مذہبی آزادی اور آزادیٔ ضمیر کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور اس کو کھول کھول کر اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا اپنی عظیم کتاب قرآن مجید میں۔

ایک خطبہ میں نے ۲۹؍دسمبر کو دیا تھا۔ اس میں دوسری آیات تھیں۔ ایک آج دیا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کریم میں اس کے علاوہ اور آیات نہیں جن میں یہ مضمون بیان ہوا ہو۔ قرآن کریم نے تو کہا ہے نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ (الانعام: ٦٦) ہم مضمون پھیر پھیر کے مختلف پہلوؤں سے تمہارے سامنے رکھتے ہیں تا کہ تمہیں سمجھ آ جائے، عقل سے کام لینے کے قابل ہو جاؤ۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ دونوں خطبے مل کر کافی وضاحت کر دیں گے ایک عقلمند کے لئے کہ اسلامی تعلیم ہے کیا؟

یہ تعلیم ہے جس کے حسن نے عرب کے دل کو جیتا تھا وہ جو تیرہ سال محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ماننے والوں کو انتہائی ظلم کا نشانہ بنانے والے تھے، ان کو جیتا۔ جبر نے جیتا تھا؟ کیا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کسی جبر کا اعلان تھا؟ یا پیار کا اور آزادی کا اعلان تھا! محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہا کہ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ تو اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ میرا کیا تعلق تمہارے ساتھ۔ تمہیں خدا جزا دیتا ہے یا سزا دیتا

ہے یہ اس کا کام ہے۔ میں تم سے کوئی بدلہ نہیں لوں گا۔ اتنی تکلیفیں اٹھائیں خود، ماننے والوں نے تکلیفیں اٹھائیں سارا کچھ وہاں چھوڑ دیا۔ تو عجیب قوم تھی جن کے دل جیت لئے گئے تھے۔ مکہ فتح ہوگیا۔ ساری جائیدادیں اپنی جن کو چھوڑ کے گئے تھے اس طرح تھیں ان کی مٹھی میں۔ مگر ایک اینٹ کا بھی کلیم (Claim) نہیں کیا اور اسی طرح واپس چلے گئے، مہاجر۔

تو جبر سے نہیں ہوا کرتیں یہ باتیں۔ نہ جبر اسلام میں جائز ہے۔ قرآن کریم کھول کھول کے اس حقیقت کو بیان کر رہا ہے کہ اس حسین تعلیم میں کسی انسان پر خدا تعالیٰ کی راہوں کو اختیار کرنے، نہ کرنے پر کوئی جبر نہیں ہے۔ جو شخص ان راہوں کو اختیار کرے گا جن راہوں پر اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم نظر آئیں گے وہ وہیں پہنچے گا۔ جہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے یعنی اپنے پیدا کرنے والے ربّ کریم کی گود میں۔ اور جو شخص ان راہوں سے منہ پھیر لے گا اور شیطانی راہوں کو اختیار کرے گا جن سے خدا نے روکا ہے تو پھر نہ میرا کام ہے کہ اس پر گرفت کروں نہ کسی اور کا کام ہے نہ جیسا کہ قرآن کریم کہتا ہے یہ فریضہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا گیا۔ خدا نے کہا یہ میرا کام ہے میں جو چاہوں گا کروں گا۔ جو تمہارا کام ہے وہ تم کرتے چلے جاؤ۔

خدا تعالیٰ ہمیں اس بات کی توفیق دے کہ جو ہمارا کام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہونے کی حیثیت سے اس زمانہ میں پیدا ہوکر ساری دنیا کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیت لینے کا ہے ہم اس کام کو توجہ اور محنت اور بشاشت اور پیار اور محبت سے کرنے والے بنیں تا کہ جو ہمارا فرض ہے جب وہ ہم پورا کرلیں اس رنگ میں کہ خدا بھی سمجھے کہ ہم نے پورا کرلیا تو خدا تعالیٰ کے عظیم انعامات اور برکات کے ہم وارث بنیں گے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۷؍فروری ۱۹۷۹ء صفحہ ۹ تا ۱۸)

۞۞۞